محمد عمر فاروق

قلم کی حرمت

ان دنوں صحافت کے موضوع پر کئی ورکشاپیں منعقد ہوئی ہیں۔ جن میں مقررین کے خطبات کا مرکزی نقطۂ خیال موجودہ دور میں صحافت اور صحافی کا کردار رہا۔ جدید صحافت ماضی کی صحافتی روایات سے بالکل مختلف صورت اختیار کر چکی ہے۔ مادیت کی دوڑ نے جس طرح تمام ریاستی و معاشرتی اداروں کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ اسی طرح میدانِ صحافت کے اصول اور ضابطے بھی پامالیوں کی زد سے نہ بچ سکے۔ جو نتیجہ ہے، حکمرانوں کی خوشامد پسند طبع اور شخصی تشہیر کی منہ زور خواہش کا! جن کے حکم و ارادے کی بجا آوری میں زرد صحافت کے علمبردار، ابن الوقت صحافیوں نے حق و صداقت پر مبنی صحافت کا گلا گھونٹنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ لیکن کئی سر پھرے صحافی خدا خونی کے پیش نظر حق گوئی اور حق پژوہی کا پھریرا لہرا کر سچائیوں بھری صحافت کی شان اور اس کا مان برقرار رکھے ہوئے ہیں جو فی الحقیقت قلم کے مزدور ہیں اور انہی کے دم سے حقیقی صحافت کا بھرم قائم ہے۔ وہ ''لفافوں'' اور تحائف سے بے نیاز ہو کر ضمیر کی آواز پر قلم اٹھاتے ہیں اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر کلمۂ حق کہنا جہاد سمجھتے ہیں بخدا یہی مردانِ حق اس عہد نا پرساں میں قرطاس و قلم کی آبرو ہیں۔

قارئین محترم! اب جبکہ صحافت ایک صنعت میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اصول و ضوابط کے وہ اخلاقی رشتے اتنے مضبوط نہیں رہے جو گزشتہ دور میں بزرگ صحافیوں کے نزدیک طرّہ امتیاز گردانے جاتے تھے۔ ابوالکلام آزادؒ، حسرت موہانیؒ، محمد علی جوہرؒ، ظفر علی خانؒ، غلام رسول مہرؒ، عبدالمجید سالکؒ، افضل حقؒ، چراغ حسن حسرتؒ، مرتضٰی احمد میکشؒ، قاضی عبدالغفارؒ اور متاخرین میں آغا شورش کاشمیریؒ اور حمید نظامی صحافت کے اہم ستون تھے۔ جن کے قلم اور کردار سے اردو صحافت کو عظمت اور وقار ملا۔ یہ حضرات صرف بلند مرتبہ صحافی ہی نہ تھے بلکہ سیاست اور علم و ادب کے گوہر تابدار بھی تھے۔ زبان و املاء کے معاملے میں اس حد تک محتاط تھے کہ بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان نے اپنے بھانجے (ممتاز شاعر اور افسانہ نگار) مہدی علی خان کو اپنے پرچے روزنامہ ''زمیندار'' کے عملے سے اس لیے نکال دیا تھا کہ انہوں نے کسی صاحب کی وفات پر ''فوتید گی'' کی سرخی جما دی تھی یہ بھی ظفر علی خانؒ کا واقعہ ہے کہ مولانا محمد علی جوہرؒ کی وفات پر جب شورش کاشمیریؒ نے ''زمیندار'' میں یہ شہ سرخی لگائی کہ ''مشرق کا سورج مغرب میں غروب ہو گیا'' تو ظفر علی خانؒ نے خوش ہو کر نوٹوں سے بھرا ہوا بٹوا شورشؒ کو انعام کے طور پر عطاء کر دیا تھا۔

یہ وہ عظیم لوگ تھے جو حکومت وقت کو کبھی خاطر میں نہ لائے اپنے اخبار میں شائع ہونے والے ایک ایک لفظ کی ذمہ داری خود اٹھاتے اور حکام سے اصولوں کی خاطر بھڑ جایا کرتے تھے۔ مولانا حسرت موہانیؒ آزادی سے بہت عرصہ پہلے صحافت کی خارزار وادی میں بھی بادیہ پیمائی کرتے رہے جب برطانوی استعمار نے ان کی تند و تیز تحریروں سے زچ ہو کر پریس مالکان کو ان کے پرچے کی اشاعت سے روک دیا تو انہوں نے لکڑی کا ایک دستی پریس بنالیا اور اپنے رسالے کی خود ہی کتابت کرنے اور اسے چھاپنے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا کہ جب تک انہیں گرفتار کر کے جیل نہ بھیج دیا گیا اتنے سچے اور اجلے کردار کا مظاہرہ کوئی ایسا باہمت اور بے نفس ہی کر سکتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے روزنامہ ''الہلال'' میں اپنے ایک مقالۂ خصوصی میں لکھا تھا کہ ''اخبار نویس کے قلم کو ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہونا چاہیے اور چاندی اور سونے کا تو سایہ بھی اس کے لیے سمِ قاتل ہے جو اخبار نویس رئیسوں کی فیاضیوں اور امیروں کے عطیوں کو قومی امانت و قومی عطیہ اور اس طرح کے فرضی ناموں سے قبول کر لیتے ہیں وہ بہ نسبت اس کے کہ اپنے ضمیر اور نورِ ایمان کو بیچیں، بہتر ہے کہ دریوزہ گری کی جھولی گلے میں ڈال کر اور قلندروں کی کشتی کی جگہ قلمدان لے کر رئیسوں کی ڈیوڑھیوں پر گشت کریں اور ہر گلی، کوچہ ''کام ایڈیٹر کا'' کی صدا لگا کر خود اپنے تئیں فروخت کرتے رہیں ہمارے عقیدے میں تو جو اخبار اپنی قیمت کے سوا کسی انسان یا جماعت سے کوئی اور رقم لینا جائز سمجھتا ہے۔ وہ اخبار نہیں بلکہ اس فن کے لیے دھبہ اور سرتا سر عار ہے۔''

اس تابناک دور میں صحافت واقعتاً عبادت کی ہم معنیٰ سمجھی جاتی تھی اور قلم کی حرمت کو ماں، بہن کی عصمت سے زیادہ عزیز جاننے والے دیوانے موجود تھے۔ اقتدار کے نشے میں بدمست حکمرانوں کے خوف اور ذاتی نقصان کی پروا کیے بغیر حق و صداقت کا واشگاف اظہار کیا جاتا تھا۔ کیا کیا آزمائشیں تھیں جو ان پر نہ آئیں پریس ضبط ہوئے، اخبار بند ہوئے، جائیدایں کرک کر ڈالی گئیں اور قید و بند دار و رسن کے مرحلے درپیش ہوئے مگر مجال ہے کہ ان عزم و استقلال کے حاملین کی پیشانی پر کبھی بل بھی آیا ہو۔ یہ بے نیازی اور بے پروائی تبھی پیدا ہو سکتی ہے جب دل و دماغ سچائی پر کاربند اور قلم حقیقتوں کا منادہو۔

روزنامہ کامریڈ، ہمدرد، زمیندار، ستارۂ صبح، مجاہد، آزاد اور احرار جیسے قومی اخبارات بارہا بندشوں کا شکار ہوئے لیکن ان اخبارات سے آزادیٔ وطن کے لیے جوش و جذبہ اور فکر و شعور کی جو فضاء تیار ہوئی تھی اس نے فرنگیوں کے سیل بے پناہ کا رخ پھیر دیا تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے انگریز دشمن، حریت پسند رہنما نے ظفر علی خانؒ کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ ''ظفر علی خانؒ! تیرے ستارۂ صبح نے میرے قلب و جگر میں آگ لگادی تھی''۔

ظاہر و باطن میں صاف و مصفّٰی انسان ہی اپنی گرمئی کردار سے ظلم کے آگے بند باندھ سکتا ہے صحافی کہلانا اور پھر اس کے پردے میں ذاتی مفادات اور مال سمیٹنا صحافت کے چہرے پر کالک ملنے کے مترادف ہے۔ صحافت، سنگھاسن پر بیٹھے ہوئے حکمرانوں کے لیے چراغ راہ کا کام کرتی ہے اور ارباب اختیار کو ان کی غلطیوں اور کمزوریوں کا آئینہ دکھاتی ہے اگر حکومت اور صحافت اپنے اپنے دائرے میں کام کرتی رہیں تو کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا لیکن جب کوئی فریق مداخلت بے جا کرتے ہوئے تمام حدود پھلانگ لے تو محاذ آزائی کا اغاز ہو جاتا ہے۔

عہد موجود اور زمانۂ فرنگ میں زمین آسمان کا فرق ہے ہمارا عہد آزادیٔ اظہار کا عہد ہے حکومت کا وقتی دباؤ یا عارضی قدغنیں اخبارات کی آزادی رائے کی راہ میں اس انداز میں روڑے نہیں اٹکا سکتیں کہ جس طرح فرنگی بابا کا دستور تھا آج کے دور میں صحافت کا دم بھرنے والے احباب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قوم و ملک کی راست سمت رہنمائی کریں، سچ کا پرچم کبھی سرنگوں نہ ہونے دیں اور صداقتوں کے نقیب بن کر کذب و افتراء کے قلعے مسمار کرتے رہیں یہ جرأت اور دلآوری جب نصیب ہو جاتی ہے تو پھر سچائی کی روشنی عام ہونے لگتی ہے اور جن کے قلوب و اذھان سچائی کی بنیاد پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، وہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی طرح روزنامہ ''الہلال'' کی بندش کے بعد ضمانت طلبی کے نوٹس کی پشت پر ہی جواباً یہ لکھنے کی جرأت کر سکتے ہیں:

''حکومت کا ''الہلال'' سے نیک چلنی کی ضمانت طلب کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا رات صبح سے خطاب کر رہی ہو کہ چہرۂ ارضی پر اپنی کرنیں پھیلانے سے پہلے تمہیں ضمانت دینا ہوگی کہ سورج طلوع ہوگا۔ لیکن اس میں روشنی نہیں ہوگی۔ افسوس! کہ جس حکومت سے ہم اس کے نیک چلن ہونے کی ضمانت مانگ رہے ہیں۔ وہ ہم سے نیک چلنی کی ضمانت کا مطالبہ کر رہی ہے۔''

بقیہ از صفحہ ۴۲

۱۰۔ محمد عبداللطیف افضل ''حقیقت الصلوٰۃ'' ادارہ نشریاتِ افضل، محلّہ مستریاں ضلع گجرات

۱۱۔ محمد عبداللطیف افضل ''انتخاب کلامِ افضل'' محلّہ مستریاں ضلع گجرات

۱۲۔۱۳۔ محمد عبداللطیف افضل ''انتخاب کلامِ افضل'' محلّہ مستریاں، ضلع گجرات

۱۴۔۱۵: شاہد محمود کاشمیری، ڈاکٹر ''محمد عبداللطیف افضل ''حق نما'' لاہور ☆ ۱۶۔۱۷۔ یونس بخاری سے بات چیت۔ ''ساکن'' گجرات ☆ ۱۸۔ ذوالکفل بخاری، پروفیسر سے بات چیت، ساکن مہربان کالونی ملتان

۱۹۔ محمد عبداللطیف افضل ''پنج سورہ شریف'' کامران فین انڈسٹری گجرات، جون ۱۹۸۴ء، ص: ۳

(مطبوعہ: شام و سحر، لاہور دسمبر ۱۹۹۹ء)